

رفيع

تحفة المناظر

تحفة المناظر



مسئلہ رفع یدین

تعیین مدعی

اس مسئلے میں غیر مقلدین مدعی اور ہم مدعی علیہ اور نافی ہیں؛ کیونکہ مدعی کی تعریف: ”من إذا ترك ترك“. غیر مقلدین پر صادق آتی ہے، اگر وہ اپنے دعویٰ ”رفع یدین عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع“ سے باز آجائیں تو ان سے مناظرہ نہیں کیا جائے گا۔

نیز ”المدعی الذی یثبت أمراً زائداً“ کے پیش نظر بھی غیر مقلدین مدعی ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے ہم بھی قائل ہیں اور وہ بھی، اس میں اتفاق ہے لیکن غیر مقلدین اس پر ایک امر زائد (رفع یدین عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع) کو ثابت کرتے ہیں، لہذا وہ مدعی اور ہم مدعی علیہ ہیں۔

دعویٰ

چونکہ غیر مقلدین مدعی ہیں، اس لئے وہ دعویٰ لکھیں گے، اگر وہ آپ سے کہیں کہ رفع الیدین کے سلسلے میں آپ اپنا دعویٰ لکھیں تو ہرگز دعویٰ نہیں لکھنا، دعویٰ غیر مقلدین لکھیں گے اور ان کے دعویٰ کو دیکھ کر آپ جواب دعویٰ لکھیں گے۔ اس لئے کہ مناظرہ کہتے ہیں: ”توجه المتخاصمین فی النسبة بین الشیئین“۔ جواب دعویٰ لکھتے وقت آپ کو خوب غور و فکر سے کام لینا ہوگا کیونکہ بعد میں ایک ایک لفظ کو دلائل سے ثابت کرنا ہوگا۔

مبہم دعویٰ قابل قبول نہیں

غیر مقلدین مبہم دعویٰ لکھتے ہیں کہ ”رفع الیدین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے قبل الركوع وبعد رفع الرأس من الركوع ثابت ہے۔“ لیکن آپ اس پر اکتفاء نہ کریں اور نہ ہی اس پر مناظرہ کریں، اس لئے کہ ثبوت الشئ اور وجوب الشئ میں فرق ہے۔ ہر ثابت شدہ سنت یا واجب ہو یہ غلط ہے۔ ثبت بولہ قائماً ولم یثبت کونہ سنة أو واجباً۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے لیکن کوئی اسے واجب یا سنت نہیں کہتا۔ غیر مقلدین کے ساتھ مناظرہ ان احکام شرعیہ (فرض، واجب، سنت وغیرہ) میں ہے نفس ثبوت میں نہیں۔ لأن الثبوت لا یستلزم کون الشئ واجباً أو سنة۔ اگر کوئی چیز ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واجب یا سنت بھی ہو، لہذا آپ ان سے مطالبہ کریں کہ وہ دعویٰ میں رفع الیدین کا حکم شرعی متعین کریں۔

جواب دعویٰ

اگر غیر مقلدین لکھ کر دیں کہ رفع الیدین سنت یا واجب ہے تو آپ کو جواب دعویٰ لکھنا ہوگا اور ہمارا جواب دعویٰ یہ ہوگا ”رفع الیدین غیر اولیٰ ہے۔“

تنبیہ

ہم عدم رفع الیدین کے قائل نہیں بلکہ ترک رفع الیدین کے قائل ہیں، اگر ہمارے اکابرین میں سے کسی نے اس کو عدم لکھا تو وہ عدم بمعنی عدم اصلی نہیں بلکہ عدم بمعنی ترک ہے۔

ترک رفع وعدم رفع میں فرق

ترک کہتے ہیں ایک چیز تسلسل سے چل رہی ہو پھر اسے موقوف کر دیا جائے اور عدم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سرے سے اس کا وجود ہی نہیں۔ عدم رفع الیدین کا مطلب یہ ہوگا کہ رفع الیدین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں۔ حالانکہ رفع الیدین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو اترا ثابت ہے، جیسا کہ علامہ بخاری رحمہ اللہ نے ”معارف السنن“ میں لکھا ہے:

”إن الرفع متواتر إسناداً وعملاً، ولا يشك فيه“ (۱)۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ رفع یدین سنداً و عملاً تو اتر سے ثابت ہے۔“

اور ترک کہتے ہیں ایک چیز تسلسل سے چل رہی ہو پھر اسے موقوف کر دیا جائے، جیسا کہ قرآن کریم

میں ہے: ﴿قَالُوا يَنْشَعِبُ أَصْلُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرَكَ مَا يَبْعُدُ آبَاؤُنَا﴾ [ہود: ۸۷]۔

”قوم شعیب نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دیتی

ہے کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے جاری سلسلے کو موقوف کر دیں؟“

﴿وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ﴾ [ہود: ۵۳]۔

معنی یہ ہے کہ ہم اپنے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہمارا یہ سلسلہ چلتا رہے

گا اب یہ موقوف نہیں ہو سکتا۔

لہذا آپ کو ترک لکھنا ہو گا اور اس پر لغت سے چند شواہد پیش کرنا ہوں گے۔

احادیث رفع و ترک رفع دونوں پر دال ہیں

ہم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ رفع الیدین کے ثبوت پر احادیث موجود ہیں اور غیر مقلدین بھی

(بادل نحو است) یہ مانتے ہیں کہ ترک رفع الیدین پر بھی احادیث موجود ہیں۔ ان کو ہمارے دعویٰ سے انکار نہیں

اور نہ ہی ہم ان کے دعویٰ کے منکر ہیں۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ رفع یدین مقدم اور ترک رفع مؤخر ہے تو

خفیہ کا مدعا ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ اس بات کو ثابت کر دیں کہ عدم رفع پہلے اور رفع یدین بعد میں ہوا تو وہ

غالب اور ہم مغلوب قرار پائیں گے۔

عدم رفع کا دعویٰ درست نہیں

اگر آپ نے عدم رفع یدین کا دعویٰ کیا تو وہ کہیں گے کہ ”عدم الشئ مقدم علی وجودہ“ شے پہلے

معدوم ہوتی ہے پھر بعد میں وجود میں آتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿مَلَأْنِي عَلَى الْإِنْسَانِ حِينَ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئاً مَّذْكُوراً﴾ [الدھر: ۱]، انسان پہلے

نہیں تھا بعد میں وجود میں آیا، اسی طرح پہلے رفع یدین نہیں تھا بعد میں ایک وجودی چیز بن گیا، لہذا رفع الیدین

مؤخر اور تاخیر ہے اور عمل تاخیر پر کیا جاتا ہے۔

لہذا عدم رفع الیدین کا دعویٰ ہرگز نہیں کرنا بلکہ ترک رفع الیدین کا دعویٰ کرنا ہے۔

محدثین بھی ترک رفع کے قائل ہیں

امام نسائی نے اس کو واضح طور پر لکھا ہے کہ پہلے ”رفع الیدین“ کا باب ذکر کیا اور بعد میں ”ترک رفع الیدین“ کا باب (باب ترك ذلك) قائم کیا (۱)۔

امام ابوداؤد کا انداز بھی اسی طرح ہے پہلے ”باب رفع الیدین“ قائم کیا (۲)۔

اور پھر باب من لم يدكر الرفع کو ذکر کیا (۳)۔

اگرچہ لفظ ترک نہیں لیکن پھر بھی معلوم ہوا کہ رفع الیدین کو مقدم اور ترک رفع کو مؤخر سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ترک رفع الیدین کی احادیث میں کلام ہے۔ احادیث میں کلام کے متعلق بحث تو مفصلاً آئے گی لیکن آپ محدثین کے انداز اور طریقے کو تو ملاحظہ فرمائیں، کس انداز میں استنباط کیا ہے۔

”ترک“ کے عنوانات نسخ پر دال ہیں

علامہ نووی نے قاعدہ لکھا اور مصنفین کے صنیع کے بارے میں کہا کہ مصنفین جو ”ترك ذلك“ جیسے عنوانات قائم کرتے ہیں یہ عنوانات نسخ پر دلالت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ امام نسائی اور امام ابوداؤد رفع الیدین کو منسوخ سمجھتے ہیں۔

حکم رفع الیدین

بم رفع الیدین قبل الركوع، بعد رفع الرأس من الركوع کو غیر اولیٰ سمجھتے ہیں:

”قال أبو حنيفة وأصحابه وجماعة من أهل الكوفة: لا يستحب في غير تكبيرة الإحرام، وهو أشهر الروايات عن مالك، وأجمعوا على أنه لا يجب شيء من الرفع“ (۴)۔

(۱) (سنن النسائي، كتاب الصلاة: ۱/۱۵۸، قديمی)۔

(۲) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة: ۱/۱۱۱، امدادیہ)۔

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة: ۱/۱۱۶، امدادیہ)۔

(۴) (شرح مسلم للنووي، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع الیدین حذو المنكبين مع التكبيرة الإحرام:

”امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، اہل کوفہ کی ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین سوائے تکبیر تحریمہ کے مستحب نہیں، امام مالک کی مشہور روایت بھی یہی ہے اور اس پر اجماع ہے کہ رفع یدین واجب نہیں۔“

جب رفع الیدین عند تکبیر تحریمہ مستحب ہے تو پھر بعد والوں کو سنت یا واجب کیسے مانیں؟ اگر آپ رفع یدین کو صرف اولیٰ قرار دیں تو پھر اولیٰ وغیر اولیٰ پر مناظرہ نہیں ہونا چاہیے کہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اولویت وغیر اولویت میں مناظرہ کرے۔

اگر آپ اسے سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں تو سنت مؤکدہ کی تعریف آپ کے ہاں ”ما واطب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو“ سے کی جاتی ہے جب کہ ہم اس کی تعریف ”ما واطب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أو الخلفاء الراشدون“ ”جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو“ سے کرتے ہیں۔ تو آپ کو رفع یدین پر مواظبت نبوی دکھانی ہوگی۔

اگر اسے واجب قرار دیں تو ان کے ہاں واجب اور فرض میں فرق نہیں گویا کہ یہ فرض ہے، پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ ترک رفع الیدین کی صورت میں نماز ناقص ہوگی یا کامل؟ اگر کامل ہے تو یہ کیسا واجب ہے جسے ہر رکعت میں دو مرتبہ ترک کیا جائے پھر بھی نماز کامل۔ اگر نماز ناقص ہے تو اس کے جبرے کی کیا صورت ہے؟ سجدہ سہولازم آئے گا یا نہیں؟

رفع و ترک رفع اختلاف مباح ہے

رفع الیدین میں غیر مقلدین کا مذہب سب سے زالا ہے کیونکہ آئمہ و محققین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اختلاف (رفع و ترک رفع) اختلاف مباح ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وهذا من الاختلاف المباح الذي لا يعنف فيه من فعله ولا من تركه، وهذا كرفع

اليدین فی الصلوة و ترکہ“ (۱)۔

”یہ ایسا مباح اختلاف ہے جس میں کرنے یا چھوڑنے والے پر سختی نہیں کی جاسکتی، یہ اس طرح ہے جیسے نماز میں رفع یدین کا اختلاف ہے (کہ یہ بھی اختلاف مباح ہے)۔“

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

”فلما صح أنه عليه السلام كان يرفع في كل خفض و رفع بعد تكبيرة الإحرام، ولا يرفع، كان كل ذلك مباحاً لا فرضاً، وكان لنا أن نصلی كذلك، فإن رفعنا صلينا كما كان صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وإن لم نرفع فقد صلينا كما كان عليه الصلاة والسلام يصلی“ (۱)۔

”تکبیر تحریمہ کے بعد ہر تکبیر میں رفع یدین وترک رفع یدین دونوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو ان کی حیثیت مباح کی ہے فرض کی نہیں، اگر ہم رفع یدین کریں تب بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھی، اگر رفع یدین نہ کریں تب بھی ہماری یہ بات درست ہوگی کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھی۔“

علامہ ابن تیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إن الرفع المتنازع فيه ليس من نواقض الصلوة، بل يجوز أن يصلی بلا رفع، وإذا رفع كان أفضل وأحسن“۔

”رفع یدین کرنے نہ کرنے کا نماز کے بطلان سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ بغیر رفع یدین کے بھی نماز جائز ہے، البتہ اگر رفع یدین کرے تو یہ بہتر و پسندیدہ عمل ہے“ (۲)۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”إن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إنما جعل الإمام لیؤتم به“ وسواء رفع یدیه

(۱) (المحلی لاہن حزم، کتاب الصلوة، مسألة: ۲۶۵/۲، ۳۵۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)۔

(۲) (مجموعۃ الفتاوی: ۲۲/۱۵۰، مکتبۃ البیکان)۔

أولم يرفع يديه لا يقدح ذلك في صلاتهم ولا يبطئها، لا عند أبي حنيفة ولا الشافعي ولا مالك ولا أحمد، ولو رفع الإمام دون المأموم أو المأموم دون الإمام لم يقدح ذلك في صلاة واحد منهما، ولو رفع الرجل في بعض الأوقات دون بعض لم يقدح ذلك في صلاته“ (۱)۔

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے، امام خواہ رفع یدین کرے یا نہ کرے اس سے مقتدیوں کی نماز نہ باطل ہوگی اور نہ ہی اس پر کچھ اثر پڑے گا، آئمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے، اگر امام رفع یدین کرے مقتدی نہ کریں یا مقتدی رفع یدین کریں امام نہ کرے تو اس سے بھی کسی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص کبھی رفع یدین کرے کبھی نہ کرے تو اس سے نماز پر کچھ اثر نہیں ہوگا۔“

علامہ ابن حزم، علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم بھی رفع یدین کو مباح قرار دے رہے ہیں۔ لہذا غیر مقلدین کا اسے واجب یا سنت قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”وهو [أى رفع اليدين] من الهيئات فعله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مرة وتركة مرة، والكل سنة [أى ثابت بالسنة] وأخذ بكل واحد جماعة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم، وهذا أحد المواضع التي اختلف فيه الفريقان أهل المدينة والكوفة، ولكل واحد أصل أصيل، والحق عندي في مثل ذلك أن الكل سنة، ونظيره الوتر بركة واحدة أو بثلاث، والذي يرفع أحب إلى ممن لا يرفع؛ فإن أحاديث الرفع أكثر وأثبت، غير أنه لا ينبغي لإنسان في مثل هذه الصورة أن يشير على نفسه فتنة عوام بلده“ (۲)۔

”رفع یدین کا تعلق ان ہیئوں سے ہے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑا ہے، دونوں ہی سنت ہیں، صحابہ، تابعین اور بعد والوں نے دونوں

(۱) (مجموعۃ الفتاوی: ۱۵۳/۲۲، مکتبۃ العبیکان)۔

(۲) (حجة الله البالغة، رفع اليدين عند الركوع: ۲۴/۲، قدیمی)۔

میں سے کسی ایک کو لیا ہے، یہ بھی ان مواضع میں سے ہے جس میں اہل مدینہ و اہل کوفہ کا اختلاف ہے اور دونوں کے پاس باقاعدہ اصل موجود ہے، ایسے امور میں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سب سنت ہیں، اس کی نظیر وتر ہے، ایک رکعت، تین رکعت وغیرہ سب ثابت ہیں۔ اور جو رفع یدین کرتا ہے وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو رفع یدین نہیں کرتا کیونکہ رفع یدین کی احادیث اکثر اثبت ہیں، البتہ ایسے امور میں چاہیے کہ انسان کوئی ایسا قدم ہرگز نہ اٹھائے جس سے فتنے اور اختلاف کا دروازہ کھلے۔ (یعنی جو جس طرح کر رہا ہے اسے کرنے دے اور کوئی نیا قدم اٹھا کر باقیوں کو تشویش میں نہ مبتلا کرے)۔“

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں قسم کے فعل (رفع و ترک رفع) ثابت ہیں۔ دونوں پر صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے عمل کیا ہے اور ہر ایک کے پاس دلیل موجود ہے۔ پھر شاہ صاحب اپنی رائے پیش کرتے ہیں کہ میرے نزدیک رفع یدین کرنے والا زیادہ پسندیدہ ہے، اس لئے کہ رفع کی احادیث اکثر اور اثبت ہیں یعنی لفظاً و اسناداً۔ جب کہ ہمارے نزدیک ترک رفع کرنے والا زیادہ پسندیدہ ہے کہ ترک تو اتر عملی سے ثابت ہے۔

”قواعد الفقہ“ میں قاعدہ ہے کہ کیفیت دلیل کو دیکھا جاتا ہے کہ کس کی دلیل مضبوط ہے۔ کثرت دلائل کا اعتبار نہیں ہوتا: الترجیح لا یكون بکثرة العدد. ﴿فقلیلاً ما یؤمنون﴾، ﴿وما یؤمن اکثرهم باللہ﴾ إلا وہم مشرکون ﴿[یوسف: ۱۰۶]۔ کثرت محض بے سود ہے، اصل مدار قوت ہے۔ اگرچہ رفع یدین کی احادیث کثرت سے ثابت ہیں لیکن یہ ثبوت سند اور لفظاً ہے اور ترک رفع تو اتر عملی کے طور پر ثابت ہے اور تو اتر عملی تو اتر اسنادی و لفظی سے قوی ہوتا ہے۔

مذکورہ عبارت پیش کرنے کا مقصد غیر مقلدین کے وجوب رفع کی نفی ہے۔

ترک رفع تو اتر عملی سے ثابت ہے

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”و كذلك ثبت الترتک عندنا عن عمرو علی وابن مسعود وأبی ہریرة وابن عمر والبراء بن عازب وکعب بن عجرة عملاً أو تصدیقاً منه، وآخرین ممن لم یذكر أسمائهم ومن لم یعینوا،

ومن التابعین عن جل أصحاب علی وابن مسعود وجماہیر أهل الكوفة، وكثیر من أهل المدينة فی عهد مالك أو أكثرهم، بل يكاد يكون عمل أهل المدينة كلهم كما ينقله المالكية، واعترف به ابن القيم وإن لم يجعله حجة. وكذا فی سائر البلاد تاركون لم يسموا كما يقع كثير أفي التعامل والتوارث أن لا يأتي فيه إسناد؛ لكونه غير عزيز عند المتقدمين، ولكونه أمراً لا يعتنى به حينئذ أو يعوز الإسناد فيه، ثم يأتي الخلف ويتطلبون الإسناد، وإذا لم يجدوا أنكروا التوارث العملي وكثيراً ما يقتحمه ابن حزم في "محلّاه" كأنه لم تقع عنده في الدنيا وقائع مالم يكن هناك إسناد، وهذا قطعي البطلان أو بديهي، كأنه لا يوجد في الدنيا المحكي عنه مالم توجد الحكاية فينكر كثير أمن إلا جماعات المنقولة بالأحاد، ويخرب أكثر مما يعمر، وهو ضرر عظيم، وهذا القرآن العظيم كيف تواتر على وجه البسيطة عند المسلمين تواتر طبقة بحيث لا يوجد أحد منهم لا يعلم أن كتاباً سماوياً نزل على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأنه بأيدينا، ومع هذا لو طلبنا تواتر إسناد كل آية منه لأعوزنا ذلك الأمر وعجزنا" (۱).

”ترك رفع عمر، حضرت علی، ابن مسعود، ابوهريره، ابن عمر، براء بن

عازب اور كعب بن عجره سے عملاً یا تصدیقاً ثابت ہے، ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی ہیں جن کے نام سامنے نہیں آئے، اسی طرح بعض کی تعیین بھی نہ ہو سکی۔ تابعین میں سے حضرت علی و ابن مسعود کے ممتاز شاگرد، اہل کوفہ سب کے سب اور امام مالک کے عہد میں اکثر اہل مدینہ یا قریب قریب سب کا عمل ترک رفع تھا جیسا کہ مالکیہ نقل کرتے ہیں اور علامہ ابن قیم بھی اس کے معترف ہیں یہ اور بات ہے کہ اسے حجت نہیں سمجھتے۔ اسی طرح تمام شہروں میں تارکین رفع یدین کے اسامہ ضبط نہ کئے جاسکے، تواتر تعامل و توارث میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ سند وغیرہ نہیں ہوتی کیونکہ متقدمین کے ہاں تواتر تعامل نادر نہ تھا اور نہ ہی اس کا اتنا اہتمام کیا گیا، بعد میں آنے والے حضرات نے سند کا مطالبہ شروع کیا اور سند نہ ملنے پر تواتر عملی کا انکار کیا۔ ابن حزم ”محلّی“ میں یہی کام کرتے ہیں گویا کہ ان کے ہاں دنیا میں

(۱) (معارف السنن، کتاب الصلوۃ، باب رفع یدین: ۲/۴۶۴، سعید).

کوئی بھی واقعہ بغیر سند کے نہیں اور اس بات کا بطلان قطعی و بدیہی ہے۔ گویا کہ دنیا میں حکایت کے بغیر محکی عنہ کا وجود نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے مسائل اجماعیہ کا انکار کرتے ہیں جو خبر واحد سے منقول ہوں، اس میں تعمیر سے زیادہ تخریب ہے اور اس کا ضرر بھی بہت ہے۔ کیا آپ قرآن مقدس کو نہیں دیکھتے پوری روئے زمین پر مسلمانوں میں طبقہ بعد طبقہ نقل ہوتا چلا آرہا ہے اور کوئی بھی مسلم اس سے منکر نہیں کہ یہ وہ آسمانی کتاب ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اب ہمارے ہاتھ میں ہے لیکن اس کے باوجود اگر ہم ہر آیت کی سند کے درپے ہوں تو ہم تھک ہار کر عاجز آجائیں گے۔

حاصل عبارت یہ ہے کہ تو اتر اسناد وہاں مفید ہے جہاں تو اتر عملی نہ ہو، جہاں تو اتر عملی نقل در نقل چلا آرہا ہو تو وہاں اگرچہ سند نہ ہو لیکن پھر بھی وہ تو اتر الاسناد سے قوی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”إن الترك متواتر عملاً كما أن الرفع متواتر، وتوارث العمل بكل من الرفع والترك من لدن عصر النبوة إلى عهدنا هذا من غير تكبر. والتعامل المتوارث أقوى حجة في الباب، ومن توخى عنونة الاسناد مع وجود التواتر فقد استضاء بالمصباح عند منتصف النهار، من رجع الأحاد على التعامل المتواتر أو جعلها ناسخة له فقد قلب الموضوع، وجعل القطعي ظنيًا“ (۱)۔

”رفع یدین کی طرح ترک رفع یدین بھی تو اتر عملی سے ثابت ہے، عہد نبوی سے

آج تک رفع و ترک دونوں پر بلا تکبر عمل جاری ہے۔ اور تعامل متوارث سب سے قوی دلیل

ہے۔ جو لوگ تو اتر عملی کے باوجود سند کے معنی وغیرہ کے درپے ہوتے ہیں ان کی مثال

چمکتے سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، اسی طرح جو لوگ اخبار آحاد کو تو اتر عملی پر

ترجیح دیتے ہیں یا اخبار آحاد کو ناسخ بناتے ہیں وہ معاملے کو الٹا اور قطعی کو ظنی بناتے ہیں۔“

رفع الیدین تو اتر الاسناد اور تو اتر لفظی کے طور پر ثابت ہے اور ترک رفع الیدین تو اتر عملی سے ثابت

ہے۔ امام مالک کے ہاں تعامل الہدینہ کو بڑی ترجیح حاصل ہے لیکن انہوں نے کسی کا عمل رفع یدین نقل نہیں کیا:

(۱) (معارف السن، کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین عند الركوع: ۲/۴۶۶، مسند)۔

قال مالك: لا أعرف رفع اليدين في شيء من تكبير الصلوة إلا في خفض ولا في رفع إلا في افتتاح الصلوة“ (۱)۔

”امام مالک فرماتے ہیں میرے علم میں رفع یدین صرف اور صرف تکبیر تحریر کے وقت ہوگا، اس کے علاوہ کسی تکبیر میں یا ہر اٹھنے بیٹھنے میں رفع یدین نہیں۔“

امام مالک کی طرف ایک قول رفع یدین کا بھی منسوب ہے، علامہ ابن قاسم اس کی وضاحت فرماتے ہیں:

”كان رفع اليدين عند مالك ضعيفاً إلا في تكبيرة الإحرام“ (۲)۔

”امام مالک کے ہاں سوائے تکبیر تحریر کے رفع یدین کرنا ضعیف ہے۔“

اسی طرح کوفہ میں بھی ایک بڑی جماعت اس پر عمل نہیں کرتی، اس سے ثابت ہوا کہ ترک رفع یدین تواتر عملی سے ثابت ہے۔ ”معارف السنن“ میں کئی جگہ اسے ذکر کیا گیا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ترک رفع تواتر عملی سے ثابت ہے تو ہم آپ کو ترک رفع کی احادیث پر کلام کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس لئے کہ تواتر عملی تواتر اسنادی سے قوی ہوتا ہے اور تواتر عملی میں سند پر بحث نہیں کی جاتی کہ اس حدیث کی سند کیا ہے؟ ”امعان النظر“ میں ہے:

”والمستواتر لا يبحث عن رجاله أى: لا يلزم فيه البحث عن رجاله بل يجب العلم به من

غير بحث أى: حال تحققه من غير بحث“ (۳)۔

• علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سند و تعامل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ولا يرفعون إلى التعامل رأساً، فهذا صنيعهم وإن أدى إلى إيفاء الواقع والحقيقة، والذي

وقف الأمر على الإسناد يصنع هكذا، وإنما حدث الإسناد كما في مقدمة ”مسلم“ لئلا يدخل في الدين ما هو خارج منه وماليس منه وكان مهماً، لكن قد أدى إلى إخراج ما هو داخل وكان

(۱) (المدونة الكبرى، رفع اليدين في الركوع والإحرام: ۶۸/۱، دار صادر)۔

(۲) (أيضاً)۔

(۳) (امعان النظر: ۲۳-۲۴)۔

متواتراً فصار أحاداً كالإجماع المنقول بالأحاد والذي يدور بالبال، وقد يقبله من له بال أن الترك قد كان كثيراً في نفسه، وقل أسانيدہ كالأمر العدمی، فلما ظهرت أحادیث الرفع اعتنوا بها وجعلوه سنة قد ترك أو أمیت، وكذلك یجرى فی الوجودی والعدمی، ثم جاء آخرون فشددوا، وجعلوه فاصلاً بین أهل السنة وغيرهم“ (۱)۔

”تعال امت اگرچہ حقیقت تک پہنچائے لیکن محدثین تعال کو اہمیت نہیں دیتے صرف سند کو ہی مدار سمجھتے ہیں اور جو حضرات صرف سند کو مدار بناتے ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں حالانکہ سند کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ ایسی چیزیں دین میں داخل نہ ہو جائیں جن کا تعلق دین سے نہیں جیسا کہ مقدمہ ”مسلم“ میں تصریح ہے جب کہ تعال کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے بعض ایسی چیزوں کو دین سے خارج کیا جاتا ہے جو دین میں داخل ہوں، تعال کو نظر انداز کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ متواتر کو آحاد بنایا جاتا ہے یہ ایسا ہے کہ اجماع خبر واحد سے منقول ہو..... جس بات سے ذہن مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ترک رفع کی اسانید اگرچہ کم ہیں لیکن حقیقت میں ترک رفع ہی زیادہ تھا، امور عدمیہ میں ایسا ہی ہوتا ہے، جب رفع کی احادیث سامنے آئیں تو لوگوں نے انہیں لے لیا اور رفع یدین کو ایسی سنت سمجھا جو چھوڑ دی یا منادی گئی تھی۔ امور وجودیہ و عدمیہ میں ایسا ہی ہوتا ہے، اس کے بعد آنے والوں نے سختی کا مظاہرہ کیا اور رفع یدین کو اہل سنت وغیرہ کے درمیان فاصل بنایا۔“



حنفیہ کے دلائل

پہلی دلیل

”أخبرنا قتيبة، قال حدثنا الليث، عن ابن عجلان، عن علي - وهو ابن يحيى - عن أبيه، عن عم له بدري أنه حدثه أن رجلاً دخل المسجد، فصلّى، ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يرمقه، ونحن لا نشعر، فلما فرغ، أقبل فسلم على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ارجع فصل؛ فإنك لم تصل، فرجع فصلّى، ثم أقبل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ارجع فصل؛ فإنك لم تصل مرتين أو ثلاثاً، فقال له الرجل: والذي أكرمك به رسول الله! لقد جهدت، فعلمني، فقال: إذا قمت تريد الصلوة، فتوضأ فأحسن وضوءك، ثم استقبل القبلة، فكبر، ثم اقرأ، ثم اركع، فاطمئن راکعاً، ثم ارفع حتى تعتدل قائماً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم ارفع حتى تطمئن قاعداً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم ارفع، ثم افعل كذلك حتى تفروغ من صلاتك“ (۱)۔

”بدري صحابی راوی ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے کن اکھیوں سے دیکھنے لگے ہمیں احساس نہ ہوا، جب نماز سے

فارغ ہو کر وہ شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اور سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

(۱) (سنن النسائي، كتاب السهو، باب أقل ما تجزئ به الصلوة: ۱/۱۹۳-۱۹۴، قدیمی)۔

وسلم نے فرمایا: جاؤ پھر نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور نماز کے بعد خدمت اقدس میں حاضری دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: جاؤ نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی، دو تین مرتبہ ایسے ہوا تو اس شخص نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو عزت بخشی، اے اللہ کے رسول! مجھے صحیح طریقے پر نماز پڑھنا سکھلا دیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کا ارادہ کرو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریرہ کہو اور قراءت کرو، اس کے بعد اچھی طرح اطمینان سے رکوع کرو، پھر اچھی طرح اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، پھر اچھی طرح اطمینان سے سجدہ کرو، اس کے بعد اچھی طرح اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اچھی طرح اطمینان سے سجدہ کرو، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور ہر رکعت میں یہی ترتیب اپناؤ۔“

اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خلد بن رافع کو نماز کا طریقہ، ارکان واجبات بتلائے لیکن رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ اگر رفع یدین واجب ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے بھی بیان فرماتے لیکن بیان نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین واجب نہیں۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقد تقرر بان حديث المسعى هو المرجع في معرفة واجبات الصلوة“ (۱)

”واجبات نماز کے سلسلے میں حدیث مسی کا متعین ہونا ثابت شدہ امر ہے، یعنی

جو اس حدیث میں ہے وہی واجب ہے۔“

”قد تقرر من الفقهاء الاستدلال بهذا الحديث على وجوب ما ذكر فيه، وعدم وجوب

ما لم يذكر فيه“ (۲)

”فقہاء کے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جو کچھ اس حدیث میں ہے وہ واجب

ہے اور جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں بیان فرمایا وہ واجب نہیں۔“

(۱) (نیل الأوطار، أبواب صفة الصلوة، باب افتراض افتتاحها بالتكبير: ۱۸۵/۲، عباس أحمد الباز).

(۲) (نیل الأوطار، باب المسجدة الثانية ولزوم الطمينة في الركوع: ۲۹۷/۲، عباس أحمد الباز).

علامہ امیر میمانی فرماتے ہیں:

”وأما الاستدلال بأن كل مالم يذكر فيه لا يجب؛ فلأن المقام مقام تعليم الواجبات في الصلوة، فلو ترك ذكر بعض ما يجب، لكان فيه تاخير البيان عن وقت الحاجة، وهو لا يجوز بالإجماع“ (۱).

”اس حدیث میں جس چیز کا ذکر نہیں وہ واجب بھی نہیں، یہ استدلال اس لئے کرتے ہیں کہ یہ مقام نماز کے واجبات کی تعلیم کا مقام ہے، اگر بعض واجبات کو چھوڑا جاتا تو اس میں باوجود حاجت کے بیان کو مؤخر کرنا لازم آتا ہے، جو کہ بالا جماع جائز نہیں۔“
اس عبارت سے غیر مقلدین کی اس بات کا جواب بھی ہو گیا کہ رفع یدین اگر چہ واجب ہے لیکن اسے مؤخر کیا گیا۔

البتہ ایک اور اشکال ہے کہ عدم ذکر الشئ لا يستلزم عدمہ۔ کسی چیز کا تذکرہ نہ کرنا اس کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ مثلاً: دورہ حدیث کے طلباء فلاں فلاں ہیں، ایک دوکان نام نہ لیا تو ان کا تذکرہ نہ کرنا اس پر دلالت نہیں کہ وہ موجود نہیں، اسی طرح رفع یدین کا تذکرہ نہ کرنا اس کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

جواب

یہ قواعد اور اصول جب ہم پیش کرتے ہیں تو آپ انہیں تسلیم نہیں کرتے کہ یہ قرآن و حدیث نہیں، لہذا آپ کو بھی چاہیے کہ کوئی ایسی حدیث ذکر کریں جس میں موجود ہو کہ عدم ذکر الشئ لا يستلزم ذکرہ۔
۲..... یہ مقام مقام تعلیم واجبات صلوٰۃ ہے، اور مقام تعلیم واجبات صلاۃ میں واجب کو ذکر نہ کرنا واجب نہ ہونے کی دلیل ہے، جس طرح مقام بیان میں کسی چیز کا ذکر نہ کرنا اس کے عدم کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ اس کی تائید امام بخاری کے صنیع سے بھی ہوتی ہے۔

امام بخاری بسا اوقات عدم ذکر الشئ فی مقام بیانہ سے اس شی کے عدم پر استدلال کرتے ہیں، یعنی بیان کرتے ہیں کہ مقام پر بیان نہ کرنا نہ ہونے کی دلیل ہے۔ مثلاً: تحویل رداء کے متعلق فرمایا: ”إن النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم يحول رداءه فی صلوۃ الاستقاء“۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

(۱) (سبل السلام، باب صفة الصلوة: ۲۷۱/۱، دار الحديث القاهرة).

صلوة الاستقاء میں چادر کو نہیں پلٹا۔ تحویل ردا کی نفی اور دلیل دی ”لم يذكر أنه حول رداءه ولا استقبال القبلة“۔ تحویل رداء کا ذکر نہیں اس عدم ذکر کو عدم تحویل رداء پر دلیل بنایا ہے (۱)۔

اسی طرح ہم اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ مقام مقام تعلیم واجبات صلوٰۃ ہے اور مقام بیان واجبات صلوٰۃ میں ذکر نہ کرنا عدم وجوب کی دلیل ہے۔ لو کان واجبا لبينه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، لكن التالي باطل، فالمقدم مثله في البطلان۔

دوسری دلیل

”حدثنا عبد الله بن محمد النفيلي، قال حدثنا زهير، قال حدثنا الأعمش، عن السيب بن رافع، عن تميم الطائي، عن جابر بن سمرة قال: دخل علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، والباس رافعوا أيديهم - قال زهير: راء قال في الصلوة - فقال: مالي! أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس، اسكنوا في الصلوة“ (۲)۔

”حضرت جابر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے لوگ

حالت نماز میں ہاتھ اٹھا رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کہ نماز

میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی ذمیں، نماز میں سکون سے رہا کرو۔“

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ ممانعت رفع الیدین عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع سے نہیں بلکہ بوقت سام ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا۔

جواب

علامہ زبیری فرماتے ہیں: رفع الیدین عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع سے ممانعت والی حدیث الگ ہے اور بوقت سلام ہاتھ اٹھانے سے منع کرنے والی حدیث الگ ہے (۳)۔

دونوں کو ایک شمار نہیں کر سکتے، اگرچہ دونوں حضرت جابر بن سمرة سے مروی ہیں۔

(۱) (الصحيح للبخاري، كتاب الصلوة، باب صلاة الاستقاء: ۱/۱۳۸، قدیمی)۔

(۲) (مس أبوداود، كتاب الصلوة، باب في السلام: ۱/۱۵۰، إمدادية)۔

(۳) (نصب الراية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۸۲، حقانية)۔

۲- دوسری بات یہ ہے کہ اشتراک فی الحدیثین اس وقت ہوگا جب دونوں حدیثوں کے رواۃ میں بھی اشتراک ہو، یہاں یہ صورت نہیں، سوائے حضرت جابر کے باقی تمام رواۃ مختلف ہیں، لہذا دونوں کو ایک قرار دینا درست نہیں۔

۳- نیز اگر ان دونوں حدیثوں کو ایک شمار کیا جائے تو یہ حدیث ممانعت سلام والی حدیث کی تاکید ہوگی اور دونوں سے ایک ہی حکم ثابت ہوگا، اور اگر اس حدیث کو منع رفع الیدین عند الركوع پر محمول کیا جائے اور دوسری کو ممانعت رفع عند التسليم پر تو یہ تائیس ہے اور التأسيس أولى من التأكيد، یا الحمل علی المعنی الجدید أولى۔ لہذا اسے عند الركوع پر محمول کریں گے۔

۴- ہمارا استدلال ”مالی أراکم رافعی أیدیکم“ سے نہیں بلکہ ”اسکنوا فی الصلوۃ“ سے ہے۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔ اور یہ الفاظ زائد اور عموم پر دلالت کرتے ہیں، یعنی اسکنوا عند الركوع، اسکنوا عند رفع الرأس من الركوع، والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔

تیسری دلیل

أخبرنا سويد بن نصر، حدثنا عبد الله بن مبارك، عن سفيان، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبد الله قال: ألا أخبركم بصلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: فقام، فرفع يديه أول مرة، ثم لم يعد“ (۱)۔

”حضرت علقمہ راوی ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہیں نبی

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتاؤں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس

طرح نماز پڑھتے تھے، پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود کھڑے ہو کر نبوی نماز کی تعلیم دینے

لگے، صرف پہلی مرتبہ بوقت تکبیر تحریمہ ہاتھ اٹھائے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کیا۔“

غیر مقلدین حتی الامکان اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ صراحۃً ان

کے خلاف ہے ”ابوداؤد“ میں روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ”ألا أصلي بكم صلوۃ رسول الله“، صلوۃ

(۱) (نسائی، کتاب الصلوۃ، باب ترك ذلك: ۱..... ۱۵۸، قدیمی)

(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب من لم يذكر الرفع عن الركوع: ۱/۱۱۶، إمدادية)

مفعول مطلق ہے اور اس کی اضافت رسول کی طرف ہے، اسے اضافت نوعیہ کہا جاتا ہے، معنی یہ ہوگا کیا میں تمہیں ایسی نماز نہ پڑھاؤں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ہو۔

سند کے رواة

”سويد بن نصر: ثقة“ (۱)۔

”عبدالله بن مبارك: ثقة، ثبت، فقيه، عالم، جواد مجاهد، جمعت فيه خصال الخير إمام“ (۲)۔

”سفیان ثوری: ثقة، حافظ فقیہ، عابد حجة إمام“ (۳)۔

”عاصم بن کليب: قال ابن معين ثقة، وقال أبو حاتم: صالح وقال أحمد بن

صالح المصري: يُعَدُّ من وجوه الكوفيين الثقات، وقال ابن سعد: ثقة يحتج به، وليس بكثير الحديث“ (۴)۔

”عبدالرحمن بن الأسود: ثقة“ (۵)۔

”علقمة: ثقة ثبت عالم“ (۶)۔

عبدالله بن مسعود: صحابی لایستل عن مثله؛ لأن الصحابة كلهم عدول۔

اختلاف عبداللہ بن مسعود ابن عمر میں ابن مسعود کا قول معتبر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں حاکم فرماتے ہیں: ”إذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر

واختلفا فابن مسعود أولى أن يُتَّبَعَ“ (۷)۔

(۱) (التقريب: ۹۶/۲، مؤسسة الرسالة)۔

(۲) (التقريب: ۲۶۰/۲، مؤسسة الرسالة)۔

(۳) (التقريب: ۵۰/۲، مؤسسة الرسالة)۔

(۴) (تهذيب التهذيب: ۵۶/۵، دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد، دکن)۔

(۵) (التقريب: ۳۰۶/۲، مؤسسة الرسالة)۔

(۶) (التقريب: ۳۴/۳، مؤسسة الرسالة)۔

(۷) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۵۰۱/۲، سعيد)۔

”اگر کسی مسئلے میں ابن مسعود و ابن عمر دونوں کا قول موجود ہو اور ان میں اختلاف

ہو تو ایسی صورت میں ابن مسعود اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے۔“

رفع الیدین کی روایات ابن عمر سے منقول ہیں اسی طرح ترک رفع کی روایات بھی ان سے مروی ہیں، بالفرض اگر ان سے ترک کی روایات منقول نہ بھی ہوتیں تب بھی ان کا اختلاف حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہے، اور مذکورہ عبارت سے اس اختلاف میں جانب رائج کی تعیین ہوگئی، لہذا حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے ترک رفع کی روایات کو رائج قرار دیا جائے گا۔

امام ترمذی مذکورہ حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: ”حدیث ابن مسعود حدیث حسن“ (۱)۔

علامہ ابن حزم ”المحلی“ میں فرماتے ہیں: ”إن هذا الخبر صحيح“۔ یہ حدیث صحیح ہے“ (۲)۔

”مشکوٰۃ“ کی عبارت سے اعتراض

صاحب مشکوٰۃ نے ”مشکوٰۃ“ میں بحوالہ ”ابوداؤد“ اس حدیث کو نقل کیا اس کے بعد فرمایا: فـ

”ابوداؤد: ليس هو بصحيح على هذا المعنى“ (۳)۔

کہ یہ حدیث اس معنی پر درست نہیں۔ اس عبارت کے متعلق محققین فرماتے ہیں کہ ”ابوداؤد“ کے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادی کہتے ہیں کہ میرے پاس ”ابوداؤد“ کے دو پرانے نسخے موجود ہیں، ان میں یہ عبارت مذکور ہے (۴)۔

لیکن جب عام و متداول نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں تو شخصی اور نادر نسخوں کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

مذکورہ حدیث مرفوع ہے

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ ”الا اصلی بکم“ قول صحابی و عمل صحابی کا بیان

(۱) (جامع الترمذی، باب رفع الیدین عند الرکوع: ۵۹/۱، سعی)۔

(۲) (المحلی، کتاب الصلوٰۃ، حکم رفع الیدین: ۴/۳، دار الکتب العلمیۃ)۔

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ، الفصل الثالث: ۷۷/۱، مقدسی)۔

(۴) (معون المسعود، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم يذكر الرفع عند الرکوع: ۳۴۰/۲، دار الفکر)۔

ہے، لہذا یہ حدیث موقوف ہے۔

جواب

مسلم قاعدہ ہے کہ: ”قول الصحابی وفعله فيما لا يدرك بالقياس، حكمه حكم الرفع.“
”جو چیزیں عقل کے بس میں نہ ہوں ان میں صحابی کے قول کا درجہ حدیث مرفوع کا ہے۔“

اور نماز بھی غیر مدرك بالقياس ہے۔

۲- حدیث میں مفعول مطلق نوعی کا بیان ہے کہ اپنی نماز کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے تشبیہی ”صلاة رسول الله“ لہذا یہ مرفوع صرف بحی کے حکم میں ہے۔ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تب بھی رفع ثابت ہو جاتا، ان الفاظ کے ساتھ تو رفع صراحۃً ثابت ہوگا۔

چوتھی دلیل حدیث براء بن عازب

”حدثنا محمد بن الصباح البزاز، ناشریک، عن یزید بن أبی زیاد، عن عبد الرحمن بن أبی لیلی، عن البراء بن عازب أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه إلى قريب من أذنيه، ثم لا يعود.“ [أى إلى رفع اليدين] (۱)۔

”حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جب نماز کا آغاز کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

”حدثنا حسين بن عبد الرحمن، أنا وكيع، عن ابن أبي ليلى، عن عيسى، عن الحكم عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلوة، ثم لم يرفعهما حتى انصرف“ (۲)۔

”حضرت براء بن عازب راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) (مسند أبوداود، کتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱۱۶، امدادہ)۔

(۲) (مسند داود، کتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱۱۶/۱-۱۱۷، امدادہ)۔

وسلم کو دیکھا آغاز نماز میں رفع یدین کرتے، اس کے بعد آخر تک رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

وکیع پر اعتراض

اس حدیث کی سند میں وکیع ہیں جو کہ "لابعود" کی زیادتی نقل کرنے میں متفرد ہیں کسی اور نے اس زیادتی کو نقل نہیں کیا، لہذا یہ قابل قبول نہیں۔

جواب

وکیع ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی قابل قبول ہوتی ہے "زیادة الثقة مقبولة"۔ نیز وکیع نقل زیادہ میں متفرد نہیں۔ وکیع کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل نے بھی اسے نقل کیا (۱)۔

عثمان بن ابی شیبہ بھی اسے نقل کرتے ہیں (۲)۔

محمود بن غیلان کی روایت میں بھی یہ موجود ہے (۳)۔

حناد بن صریح نے بھی اسے روایت کیا (۴)۔

نعیم بن حماد کی متابعت بھی موجود ہے (۵)۔

تفرد سفیان پر اعتراض

اسی طرح امام بخاری کا اعتراض نقل کرتے ہیں کہ سفیان ثوری نے یہ زیادتی نقل کی اور ان سے غلطی ہوئی، ان کا کوئی متابع نہیں۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ سفیان ثقہ ہیں اور "زیادة الثقة مقبولة"۔

محمد شین کا طریقہ ہے کہ اعلان کرتے وقت الفاظ کی رعایت کرتے ہیں، اگر مان لیا جائے کہ "لابعود" یا "فلم بعد" کے الفاظ ثابت نہیں تو پھر بھی اس اعلان سے مذکورہ مسئلے پر فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ان کے علاوہ

(۱) (مسند أحمد: ۱۶/۲، دار إحياء التراث العربی)۔

(۲) (أبو داود: ۱۱۶/۱، کتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، إمدادية)۔

(۳) (سنن النسائی، کتاب الصلوة، الرخصة فی ذلک: ۱۶۱/۱، قدیمی)۔

(۴) (جامع الترمذی، کتاب الصلوة: ۱ - رفع الیدین عند الركوع: ۱۵۹/۱، سعید)۔

(۵) (شرح معانی الآثار، کتاب الصلوة، باب التکبیر للركوع: ۱۵۴/۱، سعید)۔

دیگر الفاظ ”فی اول مرّة“، ”مرّة واحدة“، ”إلا مرّة“ موجود ہیں اور نتیجہ و آل ان سب کا ایک ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین بعد میں رفع یدین نہیں کہا۔

غیر مقلدین کا دعویٰ، ترک رفع مسامحات ابن مسعود ہے

غیر مقلدین نے ایک فہرست بنائی جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسامحات کو جمع کیا کہ اس مقام پر ان سے یہ مسامت واقع ہوئی اور یہاں پر یہ مسامت الخ کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسامحات میں سے ہے۔ اس لئے ہم حضرت عبداللہ بن عمر کی روایات کو لیتے ہیں۔

جواب

اس قسم کی خطاؤں اور علمی تسامح سے حضرت ابن عمر بھی مستثنیٰ نہیں، اگر صرف اس احتمال کی بناء پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات کو آپ ترک کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ کہا جائے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تسامح واقع ہوا ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ محض احتمال کافی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے صرف ترک رفع یدین کی روایات منقول ہیں، رفع یدین کی کوئی روایت منقول نہیں، جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے دونوں قسم کی روایات مروی ہیں، لہذا ”إذا تعارضتا تساقطا“ کے قاعدے کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن عمر کی روایات میں تعارض ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات تعارض سے خالی ہیں، انہیں لیا جائے گا۔

یا پھر یہ کہا جائے گا رفع یدین اختیاری چیز ہے، حضرت عبداللہ بن عمر نے کبھی رفع یدین کیا اور کبھی نہیں کیا۔ تب بھی رفع یدین کاسنت مؤکدہ یا واجب ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

یا پھر حاکم والے ضابطہ ”إذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر واختلفا فلین مسعود أرائی أربیتع“ کو لیا جائے گا۔

عدم ثبوت عند محدث عدم صحت کو مستلزم نہیں

مذکورہ حدیث کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ابن مسعود کی حدیث میرے ہاں ثابت نہیں۔ آپ کس طرح اس سے استدلال کرتے ہیں؟

جواب

علامہ زیلعی بحوالہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں: عبد اللہ بن مبارک کے ہاں کسی حدیث کا صحیح نہ ہونا مطلقاً اس حدیث کی عدم صحت کو مستلزم نہیں: قال الشيخ [تقی الدین ابن دقیق الغید] فی "الإمام": وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع من النظر فيه (۱)۔

اس لئے کہ صحت حدیث اور ضعف حدیث امور اضافیہ ہیں: صحیح عند قوم وضعیف عند الآخرين۔

"بخاری" کی کتنی حدیثیں ہیں جن کے بارے میں محدثین نے تحفظات کا اظہار کیا ہے، اگر اس حدیث کے متعلق عبد اللہ بن مبارک نے کلام کیا تو اس سے لازم نہیں آتا کہ سب کے نزدیک حدیث متکلم فیہ ہو۔ نیز عبد اللہ بن مبارک نے اگر ضعف قرار دیا ہے تو عاصم بن کلیب کی وجہ سے اور عاصم بن کلیب کے ثقہ ہونے کے متعلق کلام گزر چکا۔

قطع نظر ان تمام باتوں کے اس حدیث کو تلقی بقبول الامۃ اور تواتر عملی جیسی تائیدات حاصل ہیں اور تواتر عملی میں سند پر بحث نہیں کی جاتی۔

اسی طرح ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ترک رفع پر دو روایتیں قولی و فعلی منقول ہیں۔ عبد اللہ بن مبارک ابن مسعود کی قولی حدیث کو ضعف قرار دے رہے ہیں، فعلی کے بارے میں یہ مسئلہ نہیں۔ قولی روایت: "ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع یدیه اول مرة" (۲)۔

اس روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل کا تذکرہ نہیں بلکہ یہ قولی روایت ہے، جس کے متعلق عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ثابت نہیں اور ہم نے جو روایت پیش کی وہ قولی بھی ہے اور فعلی بھی۔ "الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ" الحدیث۔

نفی صحت ضعف کو مستلزم نہیں

نیز عبد اللہ بن مبارک کے قول میں "لا یثبت" بمعنی "لا صحیح" ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، ونفی الصحۃ

(۱) (نصب الراية للزیلعی، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ: ۱/۴۷۳، حقاہیہ)۔

(۲) (جامع الترمذی، باب رفع الیدین عند الرکوع: ۱/۵۹، سعید)۔

لا يستلزم ضعف الحديث اس لئے کہ نافی صحت کی نفی کر رہا ہے جو کہ اخص ہے، اور ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث حسن ہو اور حسن، صحیح مطلق کی قسم ہے۔ ونفسی الأخص لا يستلزم نفسی الأعم اسی طرح نفسی الأقوی لا يستلزم نفسی الأضعف۔ اور نفسی الصحة لا يستلزم ضعف الحديث کو غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں (۱)۔

لہذا ہم کہتے ہیں ”لا یثبت“ ”لا یصح“ کے معنی میں ہے اور اس سے صرف صحت کی نفی ہوگی (عند ابن المبارک) حسن ہونے کی نفی پھر بھی نہ ہوگی۔

اصول میں گزرا کہ مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا صحت حدیث کی علامت ہے، امام ابو حنیفہ، اہل کوفہ، اہل مدینہ سب ترک رفع یدین کرتے ہیں، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

پانچویں دلیل

حدثنا الحمیدی، قال حدثنا سفیان، قال حدثنا الزہری، قال أخبرني سالم بن عبد الله، عن أبيه قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع، وبعد ما يرفع الرأس من الركوع، فلا يرفع ولا بين السجدين“ (۲)۔

”سالم بن عبد اللہ اپنے والد عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر تحریرہ کے لئے رفع یدین کرتے، اس کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

روایت بالکل صریح ہے کہ عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع اور بين السجدين آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول ترک رفع تھا۔ غیر مقلدین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ محرف ہے اور مسند حمیدی میں مذکورہ الفاظ کے ساتھ نہیں، لیکن مولانا حبیب الرحمن اعظمی (صحیح مسند حمیدی) فرماتے ہیں کہ یہ روایت اسی طرح ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

(۱) (مرعاة المفاتيح، لم أظفر عليه)۔

(۲) (مسند حمیدی ۲۷۷/۲، المكتبة السلفية، المدينة المنورة)۔

چھٹی دلیل

عن الأسود قال: "رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود" (۱).

"اسود فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ تکبیر

تحریمہ میں رفع یدین کرتے، اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔"

اگرچہ مذکورہ روایت موقوف ہے لیکن ما لا يدرك بالعقل کے قبل سے، لہذا محدثین کے قاعدے کے

مطابق اسے رفع کا درجہ حاصل ہے۔

ساتویں دلیل

عن عاصم بن كليب، عن أبيه أن علياً كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوة، ثم

لا يرفع بعد" (۲).

"عاصم بن کلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی تکبیر تحریمہ میں

رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

آٹھویں دلیل

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، قال حدثنا أبو بكر بن عباس، عن حصين، عن مجاهد

قال: ما رأيت ابن عمر يرفع يديه إلا في أول ما يفتتح" (۳).

"مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو کبھی سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین

کرتے نہیں دیکھا۔"

(۱) (معانی الآثار، کتاب الصلوة، باب التکبیر للركوع: ۱/۱۵۶، سعید).

(۲) (ابن أبي شيبة، کتاب الصلوة، باب من كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود: ۱/۲۱۴).

(۳) (معانی الآثار، کتاب الصلوة، باب التکبیر للركوع: ۲/۱۵۴، سعید).

(۴) (ابن أبي شيبة: ۱/۱۵۴، دار الكتب العلمية).

(۵) (ابن أبي شيبة، کتاب الصلوة، باب من كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود: ۱/۱۴، دار الكتب العلمية).

اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن ابی شیبہ: ثقہ، ابوبکر بن عیاش ملقب شیخ الاسلام: ثقہ، حصین: ثقہ، مجاہد مشہور مفسر اور پہلے یہ بات گزری کہ ابن عمر سے رفع وترک رفع دونوں قسم کی روایات مروی ہیں۔

اعترض

کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور وجہ یہ ہے کہ ابن عمر سے رفع یدین کا ثبوت اور رفع الیدین کی روایات منقول ہیں۔ لہذا ترک رفع کی روایت موضوع ہے۔

جواب

صرف اس بنیاد پر کہ ابن عمر سے رفع الیدین کی روایات اور عمل منقول ہے اسے موضوع قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں، دونوں روایتیں اور عمل ابن عمر سے منقول ہونے میں کوئی خرابی نہیں کیونکہ یہ امر مباح ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”الجمع بین الروایتین ممکن، وهو أنه لم یکن یراه واجباً، ففعله تارة، وترکه أخرى“ (۱)۔

جب دونوں قسم کی روایات ثابت اور منقول ہیں تو اس احتمال کی وجہ سے حدیث کو ناقابل اعتبار ٹھہرانا غلط ہے۔

نیز جب سند پر آپ کو اعتراض نہیں اور سند صحیح سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رفع یدین اور ترک رفع یدین ثابت ہے تو ہم آپ کو اجازت نہیں دیں گے کہ آپ احتمالات کی وجہ سے رائج و مرجوح کا فیصلہ کریں۔

نویں دلیل

عن ابراهیم قال: کان عبد اللہ لا یرفع یدیه فی شیء من الصلوۃ“ (۲)۔

”ابراہیم نخعی فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود نماز میں رفع یدین نہیں

(۱) (فتح الباری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین إذا کبر: ۲/۲۸۰، قدیمی)۔

(۲) (معانی الآثار، کتاب الصلوۃ، باب التکبیر للركوع والسجود: ۱/۱۵۶، سعید)۔

کرتے تھے۔

اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کا لقاء عبداللہ بن مسعود سے ثابت نہیں، لہذا یہ روایت مرسل ہے۔

جواب

علامہ ابن قیم نے ”زاد المعاد“ میں فرمایا: ”مراسیل ابراہیم صحیحہ“۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: ”کان ابراہیم اذا ارسل عن عبداللہ لم يرسله الا بعد صحته عنده وتواتر الروایة عن عبداللہ“ (۱)۔

”ابراہیم نخعی صرف اسی صورت میں عبداللہ بن مسعود کی روایات مرسل نقل کرتے

جب انہیں یقین ہو جاتا کہ یہ روایت صحیح اور عبداللہ بن مسعود سے تواتر منقول ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی اس وقت تک مراسیل نقل نہیں کرتے جب تک انہیں صحت روایت

اور تواتریت عن عبداللہ بن مسعود کا یقین نہ ہو جائے، اس میں چونکہ انہیں یقین تواتریت تھا اسی لئے مرسل نقل

کیا۔ اس کے علاوہ حنفیہ و مالکیہ مراسیل کو حجت مانتے ہیں، آپ اگر مراسیل کو قابل استدلال نہیں سمجھتے تو یہ آپ کا

اصول ہے، ہم اس کے پابند نہیں اور نہ ہی آپ ہمیں اس کا پابند کر سکتے ہیں کیونکہ ہر فریق اپنے اپنے اصولوں کا

پابند ہوگا اور ہمارا اصول یہ ہے کہ: المراسیل عندنا حجة أی: عند عدم ورود نصوص أخرى

[لامطلقاً]۔

دسویں دلیل

عن أبی إسحق قال: کان أصحاب عبداللہ وأصحاب علی لا یرفعون أیدیہم إلا فی

افتتاح من الصلوة، قال وکیع: ثم لا یعودون“ (۲)۔

”ابو اسحق فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے اصحاب صرف

(۱) (معانی الآثار، کتاب الصلوة، باب التکبیر للركوع والسجود: ۱/۱۵۵، سعید)۔

(۲) (مصنف ابن أبی شیبہ، کتاب الصلوة، باب من کان یرفع یدیه فیہ، ۱/۲۱۴،

دارالکتب العلمیہ)۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، وکیع فرماتے ہیں: اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

”عن الأسود قال: صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيء من صلواته إلا حين افتح الصلاة، وقال عبد الملك: رأيت الشعبي وإبراهيم وأنا إسحق لا يرفعون أيديهم إلا حين يفتتحون الصلاة“ (۱)۔

”اسود فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں کیا، عبد الملك فرماتے ہیں: میں نے امام شعبی، ابراہیم نخعی اور ابوالحق کو دیکھا، یہ حضرات سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“
ان کے علاوہ دیگر دلائل بھی ترک رفع پر دال ہیں (۲)۔

”عن أبي بكر بن عياش قال: ما رأيت فقيهاً قط يفعلها، يرفع يديه في غير التكبيرة الأولى“۔

”ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں: میں نے کسی فقیہ کو سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرتے نہیں پایا۔“

”عن ابن عباس موقوفاً قال: ترفع الأيدي في سبع مواطن: إذا قام إلى الصلاة، وإذا رأى البيت، وعلى الصفا، والمروة، وفي جمع، وفي عرفات، وعند الجمار“۔
”حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت ہے کہ رفع یدین سات مقام میں ہوتا ہے: افتتاح نماز میں، بیت اللہ کو دیکھتے وقت، صفا پر، مروہ پر، جمع میں، عرفات میں اور رمی جمار کے وقت۔“

”عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، ويكبر في كل خفض ورفع، ويقول: إني أشبهكم بصلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“۔

(۱) (ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ: ۲۱۴/۱، دارالکتب العلمیۃ)۔

(۲) (معارف السنن، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین: ۴۹۴-۴۹۶، سعید)۔

”حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ افتتاح نماز میں رفع یدین کرتے، تمام انتقالات میں تکبیر کہتے اور فرماتے تھے: میری نماز تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہے۔“

”عن عباد بن الزبیر مرسلًا: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه في أول الصلوة، ثم لم يرفعها في شيء حتى يفرغ.“

”حضرت عباد بن زبیر سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتتاح نماز میں رفع یدین کرتے اس کے بعد فراغت نماز تک رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

”روى عن ابن عمر مرفوعاً: إن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة ثم لا يعود.“

”حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت نقل کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتتاح نماز میں رفع یدین فرماتے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وينبغي أن يُعَدَّ من دلائلنا رواية كل من استقصى صفة الصلوة ولم يذكر رفع

اليدين“ (۱)۔

”ہمارے دلائل میں وہ احادیث بھی شامل ہیں جن میں نماز کے طریقہ کا بیان ہے، لیکن رفع یدین کا تذکرہ نہیں۔“



قائلین رفع کے دلائل

۱- عن سالم بن عبد اللہ، عن أبيه قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا قام في الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه، وكان يفعل ذلك حين يكبر للركوع، ويفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع“ (۱)۔

”حضرت عبد اللہ بن عمر راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے، اسی طرح رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔“

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم ثابت ہیں کہ رفع یدین کو ثابت کرتے ہیں اور آپ رفع یدین کی نفی کرتے ہیں جب کہ قاعدہ ہے ”المثبت مقدم علی النفی“ لہذا وہی بات معتبر ہوگی جس کے قائل ہم ہیں۔

المثبت مقدم علی النفی کی توضیح

”قواعد الفقہ“ میں یہ قاعدہ مذکور ہے لیکن اس کی شرح میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ اثبات نفی پر اس وقت مقدم ہوگا جب نفی مدلول النص نہ ہو، اگر نفی مدلول النص ہو تو پھر وہ بھی اثبات کے معارض ہوگی (۲)۔ اس وقت ترجیح کے دوسرے طرق کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(۱) (الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا كبر: ۱/۱۰۲، قدیمی)۔

(۲) (قواعد الفقہ: ۵۳، الصدف پبلشرز)۔

جواب

حنیفہ کا صحیح قول رفع یدین کے بارے میں خلاف اولیٰ کا ہے، اس کی اباحت سے ہمیں انکار نہیں، علامہ یوسف بنوری فرماتے ہیں:

”ثم اعلم أن الرفع قبل الركوع وبعده غير معمول به وغير مندوب عندنا معاشر الحنفية لا أنه مكروه“ (۱).

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اسے ترک کیا جائے گا۔ باقی آپ کی ذکر کردہ احادیث وجود و ثبوت رفع یدین پر تو دلالت کرتی ہیں لیکن وجوب و دوام رفع یدین پر دال نہیں:

”وأما دوام العمل بالرفع فلم يثبت عن واحد منهم فضلاً عن العشرة“ (۲).

”رفع یدین پر دوام کسی ایک صحابی سے سند صحیح سے ثابت نہیں چہ جائیکہ عشرہ مبشرہ

سے ثابت ہو۔“

ثبوت الشيء لا يستلزم كونه واجباً أو سنة. ثبوت الشيء اور ہے اور وجوب الشيء اور ہے۔

۲- حضرت ابن عمر سے رفع و ترک رفع دونوں قسم کی روایات ثابت ہیں، اگر آپ بھی علماء محققین کی طرح اسے فعل اختیاری تسلیم کرتے ہیں تو مناظرے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ اس بات کے قائل ہیں کہ صرف اور صرف رفع یدین تو اس کی وضاحت کریں کہ رفع الیدین مقدم ہے یا ترک الرفع؟ اگر ترک مقدم اور رفع مؤخر ہے تو رفع یدین کو ترجیح ہوگی بصورت دیگر رفع مقدم اور ترک مؤخر ہو تو حنفیہ کی بات معتبر ہوگی۔ ماہرین فن اور محدثین کا طریقہ اور طرز اس پر دلالت کرتا ہے کہ رفع الیدین مقدم اور ترک رفع مؤخر ہے۔

۳- مذکورہ حدیث میں کئی قسم کے اضطراب ہیں: جیسا کہ علامہ یوسف بنوری فرماتے ہیں:

”الأول: بذكر الرفع في الافتتاح فقط كما في ”المدونة الكبرى“ عن مالك، وسرده مدونها في أدلة الترك. أنظر ”المدونة“ (۷۱/۱).

الثانی: بذكر الرفع في الافتتاح وبعد الركوع، وهو سياق ”الموطأ“ لمالك أي: في

(۱) (معارف السنن، کتاب الصلوة، باب رفع الیدین عند الركوع: ۴۵۸/۲، سعید).

(۲) (معارف السنن، کتاب الصلوة، باب رفع الیدین عند الركوع: ۴۶۸/۲، سعید).

الموضعين، ولم يذكر الرفع عند الركوع، وهو رواية يحيى، وتابعه القعنبي والشافعي ومعن وابن نافع الزبيدي وجماعة كما يقوله ابن عبد البر، وقد تابع مالكا ابن عيينه ويونس وغيرهما عن الزهري.

الثالث: بذكر الرفع في المواضع الثلاثة، وهو رواية ابن وهب ومحمد بن الحسن وابن القاسم وجماعة عن مالك، وليس في "الموطأ" من رواية الصمودي.

الرابع: بزيادة الرفع بعد الركعتين ماعدا المواضع الثلاثة من طريق نافع عند البخاري في "صحيحه" فيكون الرفع في أربعة مواضع، وهو وإن اختلف فيه رفعا ووقفاً لكن الحافظ في "الفتح" يرجح الرفع، ويزعمه ابن خزيمة سنة، ويلزم ابن دقيق العيد الشافعي به لقاعدته بالأخذ بما ثبت وصح من الزيادة.

الخامس: بزيادة الرفع للسجود ماعدا المواضع الأربعة عند البخاري، في "جزئه" من طريق نافع، فيكون الرفع في خمسة مواضع.

السادس: بذكر الرفع في كل خفض ورفع وركوع وسجود وقيام وقعود وبين السجدين عند الطحطاوي في "مشكل الآثار" كما حكاها الحافظ في "الفتح". (۱۸۵/۲) (۱).

"امام مالک نے اسی روایت کو "المدونة الكبرى" (۶۹/۱) میں نقل کیا اس میں

صرف رفع الیدین عند الافتتاح کا ذکر ہے، رفع الیدین عند الركوع وعند رفع الرأس کا ذکر نہ

نہیں۔ چونکہ رفع عند الافتتاح متفق علیہ تھا اسی لئے امام مالک نے اسے ذکر کیا۔ عند الركوع

ورفع الرأس منہ کے ذکر کو بنا بر اختلاف ترک کیا۔

"موطا" میں بھی یحییٰ کی روایت سے رفع الیدین عند الافتتاح وبعد رفع الرأس

من الركوع معلوم ہوتا ہے۔ یحییٰ کی متابعت کرنے والوں میں قعنبي، شافعي، معن، ابن نافع

زبيدي وغيرہ ہیں۔ جب کہ ابن عیینہ اور یونس زہری سے امام مالک کی متابعت کرتے

ہیں۔ اس روایت میں دو جگہ رفع یدین کا ثبوت ہے۔

امام مالک سے ابن وہب، محمد بن الحسن، ابن القاسم تین جگہ عند الافتتاح، وعند الركوع وبعد رفع الرأس من الركوع رفع یدین نقل کرتے ہیں۔

”بخاری“ میں بطریق نافع چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، اگرچہ اس روایت کے وقف اور رفع میں اختلاف ہے لیکن حافظ ابن حجر نے رفع کو ترجیح دی۔

”جزء رفع الیدین للبخاری“ میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

”مشکل الآثار“ میں امام طحاوی نے روایت نقل کی اس میں کل خفض و رفع رفع یدین کا تذکرہ ہے۔

احادیث میں رفع الیدین مرة واحدة، مرتین، ثلاث مرات سے لے کر عند کل خفض و رفع کا ذکر ہے، لیکن نہ آپ چار کے قائل نہ پانچ کے اور نہ ہی کل خفض و رفع کے۔ جس طرح آپ ان کو چھوڑتے ہیں حالانکہ وہ بھی صحیح سند سے ثابت ہیں اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ باقی کو بھی چھوڑ دو۔ کچھ نسخ کے قائل تو آپ بھی ہیں، لہذا قبل الركوع وبعد الركوع کو بھی ملا لیں۔

رفع الیدین بین السجدتین کے بارے میں علامہ ناصر الدین البانی نے غیر مقلدین سے خود شکوہ کیا کہ یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے لیکن ہمارے حضرات اس پر عمل نہیں کرتے۔

”قد صح عنه صلى الله تعالى عليه وسلم الرفع في السجود، ومع كل تكبيرة عن جماعة من الصحابة، وقد تكلمت على أحاديثهم في تخريج أحاديث ”صفة صلوة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم“ ومن المقرر في الأصول أن المثبت مقدم على النافي، فالعمل بها هو الراجح ولو أحياناً، وقد قال به جماعة من الأئمة منهم أحمد في رواية الأثرم“ (۱)۔

۴۔ امام مالک نے اس روایت کو نہیں لیا کہ مرفوع إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نہیں بلکہ موقوف علی ابن عمر ہے کیونکہ نافع نے موقوفاً اور سالم نے مرفوعاً اسے نقل کیا۔ رفع اور وقف میں نافع و سالم کا اختلاف ہو گیا۔ امام مالک فرماتے ہیں: الأصل صيانة الصلاة عن هذه الأفعال. تو حدیث موقوف یا ایسی حدیث جس کے

(۱) (تعليق الشيخ العلامة الألباني على المشكوة، باب صفة الصلوة، الفصل الأول: ۱/ ۲۴۸، المكتب

رفع ووقف میں اختلاف ہو اس کی وجہ سے نماز میں زیادتی کی اجازت نہ ہوگی۔

”وقال الأصيلی: ولم يأخذه مالك؛ لأن نافعاً وقفه على ابن عمر، وهو أحد الأربعة التي اختلف فيها سالم ونافع..... لأن سالمًا ونافعاً لما اختلفا في رفعه ووقفه، تركه مالك في المشهور القول باستحباب ذلك؛ لأن الأصل صيانة الصلوة عن الأفعال. انتهى كلامه“ (۱)۔

دوسری دلیل

”عن نافع أن ابن عمر كان إذا دخل في الصلوة كبر ورفع يديه، وإذا ركع رفع يديه، وإذا قال: سمع الله لمن حمده رفع يديه، وإذا أقام من الركعتين رفع يديه، ورفع ذلك ابن عمر إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم“ (۲)۔

”نافع روای ہیں کہ ابن عمر جب نماز پڑھتے تو تکبیر تحریر کے وقت رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے پھر رفع یدین کرتے، اسی طرح سمع اللہ لمن حمد کہنے کے بعد رفع یدین کرتے، اور جب تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے پھر رفع یدین کرتے ابن عمر اسے مرفوع الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔“

جواب

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: عبد اللہ اعلیٰ سے غلطی ہوئی کہ انہوں نے اسے مرفوع قرار دیا: حکی الإسماعیلی عن بعض مشايخه أنه أوماً إلى أن عبد اللہ اعلیٰ أخطأ في رفعه“ (۳)۔

تیسری دلیل

”حدثنا أحمد بن حنبل: قال حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلدح وحدثنا مسدد قال حدثنا يحيى وهذا حديث أحمد، قال أخبرنا عبد الحميد يعني ابن جعفر، أخبرني محمد بن

(۱) (معارف السنن، کتاب الصلوة، باب رفع الیدین عند الركوع: ۴۵۳/۲-۴۵۴، سعید)۔

(۲) (الصحيح للبخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین إذا أقام من الركعتين: ۱۰۲/۱)۔

(۳) (فتح الباری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین إذا أقام من الركعتين: ۲۸۳/۲، قدیمی)۔

عمرو بن عطاء، قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم منهم أبو قتادة، قال أبو حميد: أنا أعلمكم بصلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قالوا: فلم؟ فوالله ما كنت بأكثر ناله تبعه، ولا أقدم ناله صحبة، قال: بلى، قالوا: فأعرض: قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا قام إلى الصلوة يرفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه، ثم كبر حتى يقر كل عظم منه في موضعه معتدلاً، ثم يقرأ، ثم يكبر فيرفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه، ثم يركع ويضع راحتيه على ركبتيه، ثم يعتدل فلا ينصب رأسه ولا يقنع، ثم يرفع رأسه فيقول: سمع الله لمن حمده، ثم يرفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه معتدلاً، ثم يقول: الله أكبر، ثم يهوى إلى الأرض، فيجافي يديه عن جنبه، ثم يرفع رأسه وينشئ رجله اليسرى ويعقد عليها، ويفتح أصابع رجله إذا سجد، ثم يسجد، ثم يقول: الله أكبر، ويرفع رأسه وينشئ رجله اليسرى، فيقعد عليها حتى يرجع كل عظم إلى موضعه، ثم يصنع في الأخرى مثل ذلك، ثم إذا قام من الركعتين، كبر ورفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه كما كبر عند افتتاح الصلوة، ثم يصنع ذلك في كل بقية صلاته حتى إذا كانت السجدة التي فيها التسليم أخرج رجله اليسرى، وقعد متوركاً على شقه الأيسر، قالوا: صدقت، هكذا كان يصلي صلى الله تعالى عليه وسلم“ (۱).

”حضرت ابو حمید ساعدی کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دس صحابہ کی جماعت جن میں ابو قتادہ بھی تھے سے کہا، میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے طریقے کو تم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں، انہوں نے کہا: یہ کیسے؟ قسم بخدا تم نہ ہم سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبع رہے نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں ہم سے پہلے آئے، ابو حمید نے کہا: اگرچہ ایسا ہی ہے لیکن اس کے باوجود میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں، صحابہ کی جماعت نے کہا: اچھا بیان کیجئے، ابو حمید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جا کر دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور کمر سیدھی کر لیتے، سر کو نہ نیچا کرتے نہ بلند کرتے، پھر سر اٹھاتے وقت ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتے اور دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے، پھر تکبیر کہتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے اور سجدہ کرتے اور سجدے میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں سے الگ اور اپنے پیروں کی انگلیوں کو موڑ کر (قبلہ رخ) رکھتے، پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر سیدھے بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آ جاتا، پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں چلے جاتے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اٹھتے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر اطمینان سے بیٹھتے یہاں تک کہ بدن کا ہر عضو اپنی جگہ پر آ جاتا، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے اور جب دو رکعت پڑھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھاتے جیسا کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہتے تھے، پھر باقی نماز اسی طرح پڑھتے، اور جب ۵۰ سجدہ کر چکے جس کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے تو اپنا بایاں پیر باہر نکالتے اور بائیں کو لہے پر بیٹھ جاتے، پھر سلام پھیرتے، سب نے کہا بے شک آپ نے سچ کہا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

جواب

اس کی سند میں کلام ہے۔ عبد الحمید بن جعفر کو سفیان ثوری نے ضعیف قرار دیا۔ وکان الثوری یضعفه من أجل القدر (۱)۔

محمد بن عمر عطاء، ابو حمید الساعدی سے نقل کرتے ہیں جب کہ ان کا سماع ابو حمید سے ثابت نہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں:

”وأما حديث عبد الحميد بن جعفر فإنهم يضعفون عبد الحميد، فلا يقيمون به الحجة، فكيف يحتمون به في مثل هذا، ومع ذلك فإن محمد بن عمر بن عطاء لم يسمع ذلك الحديث

من أبی حمید ولا من ذکر معه فی ذلك الحدیث، بینہما رجل مجہول“ (۱)۔

نیز اس میں اضطراب بھی ہے۔ ”ابوداؤد“ میں ہے: محمد بن عمر قال: سمعت أبا حمید الساعدی، ”سنن الکبریٰ“ میں ہے: محمد بن عمر بن عباس بن سہل عن أبی حمید الساعدی، پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ عباس بن سہل ہیں یا عیاش بن سہل؟

غیر مقلدین نے اس اضطراب کو اس طرح حل کیا کہ محمد بن عمر نے دونوں طریقوں سے اس روایت کو نقل کیا، بلا واسطہ بھی اور بالواسطہ بھی۔ لیکن حافظ ابن حجر نے سختی سے اس کی تردید کی ہے: ”ولا یمكن السماع [سماع محمد بن عمر] من أبی حمید الساعدی؛ لأن السياق یأبى ذلك کل الإباء“ (۲)۔

چوتھی دلیل

أخبرنا محمد بن المثنی، قال حدثنا ابن أبی عدی، عن شعبۃ، عن قتادة، عن نصر بن عاصم، عن مالک بن الحویرث أنه رأى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع یدیه فی صلوٰتہ، وإذا رکع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجود حتی یحاذی بهما فروع أذنیہ“ (۳)۔

”حضرت مالک بن حویرث راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداء نماز، بوقت رکوع، رکوع سے اٹھنے کے بعد، سجدہ کرتے وقت، سجدے سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے، یہاں تک کہ ہاتھ کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے۔“

جواب

روایت مذکورہ میں قبل السجدة وبعد السجدة بھی رفع یدین کا ذکر ہے، اس کو آپ بھی ترک کرتے ہیں پھر بھی عامل بالحدیث! اور ہم اس کے ساتھ تو اتر علی ودیگر دلائل کی بناء پر قبل الركوع وبعد الركوع رفع ترک کرتے

(۱) (معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ، باب التکبیر للركوع: ۱/۱۵۶، سعید)۔

(۲) (تلخیص الحیر: ۱/۳۶۶، مکتبۃ نزار مصطفى الباز مکة)۔

(۳) (سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب رفع یدین للسجود: ۱/۱۶۵، قدیمی)۔

ہیں تو تارک حدیث کہلاتے ہیں۔ ہل هذا إلا تعسف.

فائدہ:

مذکورہ حدیث کی سند میں شعبۂ عن قتادۃ کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ یہ تصحیف ہے اصل سعید عن قتادۃ ہے:

”وقع فی نسخة ”النسائی“ المطبوعة بالهند: شعبۂ عن قتادۃ بدل سعید عن قتادۃ، وهو تصحیف، صرح علیہ شیخنا أيضاً فی ”نبیل الفرقدین“ (۱).

مذکورہ تمام دلائل ثبوت رفع یدین پر دال ہیں اور ہم ثبوت کے منکر نہیں نہ ہی ہم ثبوت اور عدم ثبوت میں مناظرہ کرنے کے قائل ہیں۔ مسئلہ تو وجوبیت کا ہے، اس پر دلیل ناطق درکار ہے۔

”بخاری شریف“ میں صفۃ صلاۃ کے متعلق کئی احادیث موجود ہیں لیکن رفع یدین کا ذکر دو روایتوں میں ہے۔ باقی حضرات صفۃ صلوٰۃ کو نقل کرتے ہیں لیکن رفع یدین کا تذکرہ نہیں کرتے۔ یا تو اس لئے کہ وہ رفع یدین کے قائل ہی نہیں تھے یا پھر اس لئے کہ قائل تھے لیکن اسے امر اختیاری قرار دیتے تھے، ہر دو صورتوں میں وجوبیت یا سنیت کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

ارحاء العنان

ثبوت رفع کو تو ہم مانتے ہیں (علی سبیل التسلیم) مان لیتے ہیں کہ رفع یدین واجب ہے لیکن بقاء علی ذلک الفعل اور دوام علی ذلک الفعل دکھادیں کہ آخر تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول رفع یدین کا رہا۔



دوام رفع پر غیر مقلدین کے دلائل

۱- عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وكان لا يفعل ذلك في السجود، فما زالت تلك ضلالتة حتى لقي الله تعالى (۱)۔

”حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد بھی رفع یدین کرتے، سجدے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، وفات تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول اسی طرح نماز پڑھنے کا تھا۔“

جواب

یہ حدیث سنداً درست نہیں۔ اس میں عصمتہ بن محمد الانصاری ایک راوی ہیں جن کے بارے میں کلام

ہے:

”قال أبو حاتم: ليس بالقوى، وقال يحيى: كذاب، وقال العقيلي: يحدث بالبواطيل عن الثقات، وقال الدارقطني وغيره: متروك“ (۲)۔

(۱) (نصب الراية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۸۳، حقانية)۔

(۲) (ميزان الاعتدال: ۳/۶۸، عيسى البابي الحلبي)۔

علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فیہ عبدالرحمن بن قریش، اتہمہ سلیمانی بوضع الحدیث. وفيہ عصمة بن محمد الأنصاری، قال یحی: کذاب یضع الحدیث. وقال الدار قطنی وغیرہ: متروک، ومن المولم جداً حکایة الحافظ فی ”التلخیص“ إياه وسکوته علی مثله، وهو أعلم بمغامزہ، فلا حول ولا قوة إلا باللہ“ (۱).

لفظ ”کان“ سے دوام پر استدلال

۲- روایات میں رفع یدین سے متعلق لفظ ”کان یرفع یدیه“ موجود ہے۔ اور ”کان“ جب مضارع پر داخل ہو تو ماضی استمراری کا فائدہ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رفع یدین کرنا ہمیشہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی، اس سے دوام ثابت ہوتا ہے۔

جواب

لفظ ”کان“ سے دوام ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ ”مسلم“ میں ”کان ینصرف عن یمینہ“ کے الفاظ بھی موجود ہیں (۲)۔

تو مطلب یہ ہوگا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ نماز کے بعد دائیں طرف پھرتے تھے، حالانکہ ”ابوداؤد“ کی روایت میں ہے: ”شیطان کو اپنے اوپر غلبہ نہ دو اور شیطان کے لئے نماز میں سے حصہ مقرر نہ کرو اس لئے ہمیشہ دائیں جانب نہ پھرو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بائیں جانب بھی پھرتے تھے“ (۳)۔

پھر ”کان ینصرف عن یمینہ“ کا کیا معنی؟

نیز ”کان ینام وهو جنب“، ”کان یطوف علی نسائه لغسل واحد“ کا کیا معنی کریں گے۔ جب کہ روایات میں ہے کہ آپ غسل کر کے سوتے تھے اور یغتسل عند ہذہ ویغتسل عند ہذہ۔ اگر ان احادیث میں بھی آپ کے ذکر کردہ قاعدے کو تسلیم کیا جائے کہ ”کان“ فعل مضارع پر داخل ہو کر ماضی استمراری

(۱) (معارف السنن، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع: ۴۷۷/۲، سعید).

(۲) (الصحيح لمسلم، کتاب صلوٰۃ المسافر، باب جواز الانصراف عن الیمین والشمال: ۲۴۷/۱، قدیمی).

(۳) (سنن أبوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف الانصراف من الصلوٰۃ: ۱۵۶/۱، إمدادیہ).

کافائدہ دیتا ہے۔ تو ان احادیث کا معنی درست نہ ہوگا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فإن المختار الذي عليه الأكثرون والمحققون من الأصوليين أن لفظ ”كان“ لا يلزم منه الدوام ولا التكرار، وإنما هي فعل ماضٍ يدل على وقوعه مرةً، فإن دلّ دليل على التكرار عمل به وإلا فلا تقتضيه بوضعها، وقد قالت عائشة: كنت أطيب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لحله قبل أن يطوف، ومعلوم أنه لم يحج بعد أن صحبتته عائشة إلا حجة واحدة، وهي حجة الوداع، فاستعملت ”كان“ في مرة واحدة (۱)۔“

لفظ ”إذا“ سے دوام پر استدلال

۳۔ لفظ ”إذا“ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ روایات میں لفظ ”إذا“ آتا ہے، معنی یہ ہے کہ جب بھی رکوع کے لئے جاتے اور جب بھی رکوع سے اٹھتے، ”إذا“ عموم اوقات کے لئے ہے۔

جواب

”إذا“ ہمیشہ عموم اوقات کیلئے نہیں ہوتا بلکہ ”إن“ کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے: ”من نسي صلوٰة فليصلها إذا ذكرها“۔

لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کے دوام پر بھی لفظ ”إذا“ سے استدلال کرتے ہیں، تو یہ دوام کیسے ثابت ہوتا ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ: ”لأن ثبت الدوام والمواظبة عند الافتتاح بنقل الرفع حسب بل بالمجموع أى بنقل الرفع عندا لتكبير الافتتاح وبعدهم نقل الترك عنده“ (۲)۔

”تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین پر دوام و مواظبت صرف ثبوت رفع کی وجہ سے

(۱) (شرح النووی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

۱/۲۵۴، قدیمی)۔

(۲) (خزائن المسنن: ۲/۱۰۷، مکتبہ صفدریہ)۔

ثابت نہیں کیونکہ ہم اسے مجموع یعنی بوقت تحریم ثبوت رفع وعدم ثبوت ترک دونوں کے مجموعے سے ثابت کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں تفسیر تحریمہ کے وقت رفع یدین میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ یہاں ترک رفع یدین کے دلائل ہی نہیں، بخلاف رفع الیدین قبل الركوع و بعد الركوع کے کہ اس میں اختلاف ہے، اس لئے کہ وہاں ترک رفع کے دلائل موجود ہیں تب ہی تو صحابہ کی ایک جماعت اور امام مالک، امام ابو حنیفہ، اہل مدینہ، کوفہ وغیرہ ترک رفع کے قائل ہیں۔

”قال الحافظ: لم يختلفوا أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة“ (۱)۔

۳۔ مالک بن حویرث کی روایت سے بھی دوام رفع یدین پر استدلال کرتے ہیں: ”عن أبي قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر ورفع يديه، وإذا أراد أن يركع رفع يديه، وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه، وحدث أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صنع هكذا“ (۲)۔
”حضرت ابو قلابہ راوی ہیں کہ مالک بن حویرث کو میں نے نماز پڑھتے دیکھا، بوقت تحریمہ، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے، مالک بن حویرث فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی نماز پڑھی۔“

اس روایت اور اسی طرح ابو حمید الساعدی کی روایت سے دوام پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ مالک بن حویرث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں صرف بیس دن رہے:
”عن أبي قلابة، قال: حدثنا مالك، قال: أتينا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ونحن شعبة متفارقون، فأقمنا عنده عشرين يوماً وليلة“ (۳)۔

اور نہ ہی اپنی روایت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ مرسل صحابی ہو، یہی حال ابو حمید الساعدی کا

(۱) (فتح الباری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین فی التکبیرة الأولى: ۲/۲۷۹، قدیمی)۔

(۲) (الصحيح للبخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین إذا کبر وإذا رکع وإذا رفع: ۱/۱۰۲، قدیمی)۔

(۳) (الصحيح للبخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر: ۱/۸۸، قدیمی)۔

ہے کہ آپ کو بھی صحبت نبوی کبھی کبھار ہی میسر ہوتی تھی، لہذا ان سے دوام پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے؟

رفع الیدین بین السجدتین کا ثبوت

علاوہ ازیں یہی مالک بن حویرث رفع الیدین بین السجدتین کو ذکر کرتے ہیں:

”عن مالک بن الحویرث أنه رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رفع يديه فى صلاته،

وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجود، حتى يحاذى

بهما فروع أذنيه“ (۱).

اگر آپ ان کی روایت سے قبل الركوع و بعد الركوع دوام رفع ثابت کرتے ہیں تو بین السجدتین توقف

کیوں؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ”مجمع الزوائد“ ۱۰۱/۲ میں ہے: ”إن النبي صلى الله

تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه فى الركوع والسجود“ (۲).

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکوع و سجود میں رفع یدین کرتے تھے۔“

علامہ بیٹمی فرماتے ہیں: ”رواہ أبو یعلیٰ، و رجالہ رجال الصحیح“۔ صحیح حدیث ہے، نیز آپ

کے قاعدے کے مطابق یہاں بھی فعل مضارع پر لفظ ”کان“ داخل ہے۔ یعنی ہمیشہ والاعمل ہے جب کہ آپ نے

اسے ترک کیا ہوا ہے پھر بھی تارک حدیث نہیں بلکہ عامل بالحدیث ہیں اور ہم قبل الركوع و بعد الركوع کو ترک

کر کے تارک حدیث بن گئے۔ یا للعجب!

”ابوداؤد“ میں وائل بن حجر سے روایت ہے:

”وإذا رفع رأسه من السجود أيضاً رفع يديه“ (۳).

اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ رفع بین السجدتین عبدالوارث کا تفرد ہے، ہام اسے نقل نہیں کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عبدالوارث بن سعید ثقہ ہیں۔ و زیادة الثقة مقبولة.

(۱) (مسند النسائی، کتاب الصلوة، باب رفع الیدین للسجود: ۱/۱۶۵، قدیمی).

(۲) (مجمع الزوائد، باب رفع الیدین فی الصلوة: ۱۰۱/۲، دار الفکر).

(۳) (ابوداؤد، کتاب الصلوة، باب رفع الیدین: ۱/۱۱۶).

[عبدالوارث] الحافظ الثبت أبو عبيدة العنبري، وقال: لم يتأخر عنه أحد لانتقانه ودينه“ (۱)۔

”کان یحیی بن سعید یثبته، فإذا خالف أحد من أصحابه قال ما قال عبدالوارث“ (۲)۔
حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے: ”قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يرفع يديه حين يفتتح الصلوة وحين يركع وحين يسجد“ (۳)۔

علامہ نیموی صاحب ”آثار السنن“ فرماتے ہیں: اس روایت کو ”ابن ماجہ“ اور ”طحاوی“ نے بھی نقل کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سند میں اسمعیل بن عیاش ہے وہ بھی صدوق ہے۔

علامہ نووی نے بعض محدثین کا مسلک رفع یدین السجدتین نقل کیا ہے، احادیث صحیحہ میں ہے جب ہی تو ان کا مذہب ہے:

”قال أبو بكر بن المنذر وأبو علي الطبري من أصحابنا وبعض أهل الحديث: يستحب أيضاً في السجود“ (۴)۔

مذکورہ احادیث سے بخوبی یہ بات ثابت ہوگئی کہ رفع یدین بین السجدتین ثابت ہے، اگر آپ اسے واجب نہیں مانتے تو کوئی ایسی حدیث دکھائیں جس میں ہو کہ رفع یدین السجدتین واجب نہیں لیکن قبل الركوع وبعد الركوع واجب ہے۔

ابن رشد ”بدایۃ المجتہد“ میں فرماتے ہیں:

”وذهب بعض أهل الحديث إلى رفعهما عند السجود وعند الرفع عنه“ (۵)۔

(۱) (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۵۷، رقم: ۲۴۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)۔

(۲) (تہذیب التہذیب: ۶/۴۴۳، دائرة المعارف النظامیہ، دکن)۔

(۳) (آثار السنن: ۱۳۲، إمدادیۃ)۔

(۴) (شرح النووی، کتاب الصلوة، باب استحباب رفع یدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام: ۱/۱۶۸، قدیمی)۔

(۵) (بدایۃ المجتہد، کتاب الصلوة، باب المواضع التي ترفع فیہما الأیدی: ۲/۲۴۸، عباس أحمد الباز مکة)۔

الإثبات مقدم على النفي کی وضاحت

غیر مقلدین کہتے ہیں آپ جو روایات پیش کرتے ہیں وہ نافی ہیں اور ہم جو روایات پیش کرتے ہیں وہ مثبت ہیں اور عند التعارض بین النافی والمثبت مثبت کو ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے ہاں مشہور قاعدہ ہے۔
لہذا رفع یدین کی حدیثیں رائج اور ترک کی مرجوح ہوں گی، ویكون العمل على الراجح۔

جواب

اگر آپ مثبت پر عمل کرتے ہیں تو مکمل عمل کریں، مثبت میں رفع بین السجدة تین، رفع عند القيام إلى الركعة الثالثة۔ بلکہ عند کل خفض و رفع بھی ہے۔ بعض کو لینا اور باقی کو چھوڑنا اخذ بالمثبت نہیں۔ بالفرض اگر ہم نے مثبت کو چھوڑا تو آپ بھی تارک مثبت ہیں۔

آپ کے شیخ الكل فی الكل مولانا نذیر حسین صاحب ”معیار الحق“ میں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب نفی مدلول نص ہو تو وہ مرجوح نہیں بلکہ معارض مثبت بنے گی کیونکہ معارض کے لئے ضروری ہے کہ دونوں دلیلیں برابر ہوں، اور ترک رفع کی نفی مدلول نص ہے کہ جس طرح رفع پر نص موجود ہے نفی پر بھی نص ہے۔ یہ نفی عدم اصلی اور غیر مدلول النص نہیں، لہذا مثبت کے برابر کی ہوگی اور تطبیق کے لئے دوسری ترجیحات کو اختیار کیا جائے گا۔

”الإثبات مقدم على النفي“۔ اس قاعدے کو اگر علی الاطلاق رکھتے ہیں تو درحقیقت مثبت ہم ہیں وہ اس طرح کہ اثبات کا مشہور معنی الإثبات مالا یشتمل علی السلب یا مالا یكون مشتملاً علی السلب ہے اور اثبات کا ایک اور معنی ہے کہ اثبات اور مثبت، اس کو کہا جاتا ہے جو ایک امر جدید اور امر حادث کو ثابت کرے۔ ہم کہتے ہیں کہ پہلے رفع یدین تھا بعد میں متروک ہو گیا ہم اس چیز کو ثابت کر رہے ہیں جو زمانہ ماضی میں نہیں تھی اور وہ ترک رفع یدین ہے اور یہی اثبات کا معنی ہے، اور رفع یدین نفی ہے اس لئے الاثبات مقدم علی النفی کے قاعدے کے مطابق ترک رفع یدین کو ترجیح ہوگی۔

غیر مقلدین میں سے مولانا عبد التواب، ملتانی ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کی رفع بین السجدة تین والی حدیث کے متعلق کہتے ہیں: ”تعارضت فیہ رواية الفعل والترك، والأصل عدم“۔ اسی طرح ہم بھی کہیں

گئے: تعارضت فیہ روایۃ الفعل والتسرك فی الرفع عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع، والأصل العدم. ایک۔ (بین السجدتین) میں آپ نے عدم کو اصل قرار دیا تو دوسرے (رکوع و بعد الرکوع) میں ہم عدم کو اصل قرار دیتے ہیں۔

علامہ شوکانی نے بھی ایسی بات کہی فرماتے ہیں: رفع الیدین بین السجدتین کے سلسلے میں فعل اور ترک دونوں روایتیں موجود ہیں اور اصل میں چونکہ نہ کرنا تھا اس لئے: "فالأوجب البقاء علی النفی السابق" (۱)۔ اے! "ابقا ماکان علی ماکان" بھی کہتے ہیں، یہی ابقاء ماکان علی ماکان عند الرکوع و بعد الرکوع میں بھی جاری ہوگا۔

ترجیح احادیث صحیحین کا مسئلہ

۲۔ رفع الیدین کی روایات صحاح ستہ میں اور خصوصیت کے ساتھ بخاری و مسلم میں پائی جاتی ہیں اور ترک کی روایات صرف سنن میں ہیں، لہذا صحیحین کی روایت کو غیر صحیحین کی روایات پر ترجیح ہوگی۔

جواب

صحیحین کو صحیح کہنے کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان میں تمام احادیث صحیح اور کوئی متکلم فیہ نہیں تو یہ بات درست نہیں۔ سنن اربعہ کو تغلیباً صحاح کہا جاتا ہے۔ صحیحین میں اگرچہ احادیث صحیحہ ہیں لیکن ان کی بعض احادیث میں بھی کلام ہے۔ ترجیح کا مدار کتاب کو بنانا عجیب ہے بلکہ مدار تو شرائط ہیں، اب وہ شرائط جس حدیث میں پائی جائیں وہ صحیح شمار ہوگی، چاہے وہ کسی بھی کتاب کی ہو۔ علاوہ ازیں حذف مکررات کے بعد بخاری میں تقریباً چار ہزار روایتیں ہیں، باقی آثار موقوفات اور امام بخاری کی آراء ہیں تو تابعین اور امام بخاری کی آراء آپ کے نزدیک حجت اور امام ابو حنیفہ مجتہد مطلق تابعی کی آراء سے خدا واسطے کا بیر اہل هذا إلا تعصب۔

نیز صحیحین میں ہی مالک بن حویرث کی رفع بین السجدتین والی روایت ہے، اسے آپ نے بھی ترک کیا اور پھر بھی تارک صحیحین نہیں، تعجب ہے۔ علاوہ ازیں جن روایتوں سے ہم استدلال کرتے ہیں وہ روایتیں بھی محدثین کے اصولوں پر صحیح اترتی ہیں اور بعض علی شرط الشیخین ہیں گویا کہ وہ بھی صحیحین کی روایات ہیں۔

حافظ ابن حجر نے ”نخبۃ الفکر“ میں لکھا: ایک حدیث فائق افضل اور اصح ہے اور دوسری حدیث مفوق ومفضول لیکن کبھی اس مفضول ومفوق کے ساتھ ایسے قرائن مل جاتے ہیں جن کی وجہ سے مفضول فائق وافضل بن جاتی ہے (۱)۔

بنابرین ترک رفع کی احادیث اگر مفضول ومفوق ہیں (کما ھو عنکم) تو انہیں ایسے قرائن کی تائید حاصل ہے جو انہیں فائق وافضل بناتے ہیں۔ سیاتی ذکر القرائن۔
صحیحین کی روایات اگرچہ ثبوت رفع پر دال ہیں لیکن دوام رفع پر دلالت نہیں کرتیں، دوام سے ساکت ہیں۔ بخلاف اصحاب سنن کے کہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ رفع الیدین کی حیثیت ترک کی ہے، لہذا سنن کی احادیث بمنزلة الناطق ہیں والترجیح للناطق لاللساکت۔
علامہ علی بن زکریا ملجی فرماتے ہیں:

”أحاديثنا تقتضي النهي عن رفع اليدين، وما استدلل به غيرنا من الأحاديث تقتضي الندب أو الإباحة، فكان ما ذهبنا إليه أولى“ (۲)۔

”جن احادیث سے ہم استدلال کرتے ہیں وہ رفع یدین کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، دوسرے حضرات ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو رفع یدین کی اباحت یا ندب پر دال ہیں (اور قاعدہ ہے کہ نہی اور اباحت میں تعارض ہو تو نہی کو ترجیح دی جاتی ہے) لہذا ترک رفع کی احادیث اصح ہوں گی۔“

وجوہات ترجیح

قرآن کریم میں ہے: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ قانتین کا ایک معنی ”ساکتین“ ہے اور دوسرا معنی ”ساکتین“ کہ نماز میں سکون اختیار کرو اور اطمینان کے ساتھ کھڑے رہا کرو اور رفع الیدین عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع سکون کے خلاف ہے، لہذا بمقتضی آیت ترک کو ترجیح ہوگی۔

ابتداء اسلام میں نماز میں مختلف حرکات کی اجازت تھی مثلاً: چلنا پھرنا، سلام کا جواب دینا، مسبوق

(۱) (نخبۃ الفکر: ۴۶، دار الحدیث، ملتان)۔

(۲) (اللباب فی الجمع بین السنة والکتاب، باب لا ترفع الایدی عند الركوع ولا بعد الرفع منه: ۲۵۸/۱)۔

کارکعات کے متعلق دوسرے نمازی سے پوچھنا وغیرہ، لیکن بعد میں یہ ساری حرکات منسوخ ہو گئیں، اسی طرح رفع الیدین بھی حرکت من الحركات ہے، ابتداء اسلام میں اس کی بھی اجازت تھی بعد میں اسے ترک کیا گیا۔

اثبات رفع یدین کے لئے احادیث فعلیہ آپ کے پاس ہیں اور ترک رفع کے لئے احادیث ہمارے پاس بھی ہیں، ان کا آپس میں تعارض ہے۔ اور ”اسکنوا فی الصلوۃ“ یہ قول نبوی ہے، اس کا کوئی معارض نہیں۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نماز میں سکون ہو اور رفع یدین عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع اس کے خلاف ہے، لہذا رفع یدین نہیں ہونا چاہیے۔

اکابرین صحابہ اور عشرہ مبشرہ یہ حضرات ترک رفع کے قائل تھے اور صف اول میں ہوتے تھے، بخلاف حضرت ابن عمر کے کہ وہ صغار صحابہ ہیں شمار ہوتے ہیں اور رفع یدین نقل کرتے ہیں۔ لہذا اکابرین صحابہ کی روایات کو ترجیح دی جائے گی اور ترک رفع اختیار کیا جائے گا۔

ترک رفع کی روایات کے روادۃ فقیہ ہیں، حاکم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے: ”إذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر واخلفا فابن مسعود أولى أن يتبع“۔

بسا اوقات دونوں طرف صحیح احادیث ہوتی ہیں لیکن جس طرف فقہاء کا عمل ہوتا ہے وہ جانب رائج قرار پاتی ہے۔ ”معرفة علوم الحديث“ میں کئی ایسی احادیث کو نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث عمل فقہاء سے مؤید ہے، لہذا رائج ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ”الفقهاء هم أعلم بمعاني الحديث“ (۱)۔

اشکال

کہتے ہیں کہ امام شافعی واعد بھی فقیہ ہیں اور رفع یدین کے قائل ہیں۔

جواب

آپ صرف حدیث پیش کریں گے کیونکہ آپ اپنے اصولوں (قرآن و حدیث) کے پابند ہیں، امام شافعی و احمد تو ان دو میں داخل نہیں، نیز تقلید اسی کا نام ہے جس کا آپ ارتکاب کر رہے ہیں۔ اگرچہ تمام مسائل میں نہ سبھی صرف اس مسئلہ میں امام شافعی و احمد کے مقلد بن جائیں گے اور تقلید آپ کے ہاں شرک ہے۔

فائدہ

بسا اوقات فقیہ کسی ضعیف حدیث پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل کرنا خود اس حدیث کے صحیح ہونے کی علامت ہے کیونکہ فقیہ کا کام عمل بتانا ہے کہ یہ حدیث معمول بہ ہے اور یہ غیر معمول بہ، جب کہ محدث کا کام الفاظ بتانا ہے۔ کبھی کبھار محدث بھی ضعیف حدیث پر عمل کرتا ہے تو فقیہ کا درجہ اس سے زیادہ ہے، اس لئے اس کو اس چیز کی گنجائش بطریقہ اولیٰ ہوگی کہ وہ ضعیف حدیث کو معمول بہ بتائے۔

”کل حدیث صحیح بعمل بہ“ اگرچہ قاعدہ ہے لیکن ”لبس کل حدیث صحیح بعمل بہ“ کی بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جو توں میں نماز پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے لیکن آپ بھی اسے مستحب قرار نہیں دیتے۔



